مولانا خواجہ خان محمد صاحب

# مُشفِق اُستاذ

استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری بن حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ۔ فقیر کے مشفق استاد تھے۔ اور شفقت ومحبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے۔

وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول دیتی تھیں اور دل ودماغ کو تروتازگی بخشتی تھیں، جب یاد آتی ہیں تو ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنے سے دکھ ہوتا ہے، لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو پھر اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہیں رہ جاتی کہ:

ہر آنکہ زاد بہ ناچار بایدش نوشید
ز جام دھر مئے ''کل من علیھا فان''

بہرحال دعا ہے کہ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ مقامات حریری اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۶ء میں حضرت سیدی ومرشدی مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جانشین قیوم زمان حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی، کے وصال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی خدمت کا بوجھ جب فقیر کے کندھوں پر آ پڑا تو اس کے بعد ایک دفعہ خانقاہ شریف کے غائبانہ تعارف کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب مرحوم خانقاہ سراجیہ رونق افروز ہوئے۔ سوء قسمت سے فقیر ہری پور ہزارہ کے سفر پر تھا۔ خانقاہ شریف سے واپسی پر حضرت مولانا بھی اپنے محترم داماد مولانا محمد طاسین صاحب کو ملنے ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو وہاں ہری پور کے متصل موضع درویش میں قاضی شمس الدین صاحب کے مکان پر فقیر کو ملنے تشریف لائے اور بڑی محبت اور دلچسپی سے خانقاہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا

ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ: جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف آجائے، کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے، کراچی جیسے مصروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر جب کہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی ہر وقت دسترس میں ہو۔

اہلِ علم بلکہ عوام تک کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا پورے عالم اسلام کی چند اہم علمی شخصیتوں سے ایک تھے۔ بڑے بڑے عظیم علمی اور تصنیفی تدریسی کام انجام دیئے، عجمی ہونے کے باوجود عربی پر وہ دسترس تھی کہ دمشق اور قاہرہ اور مکہ ومدینہ کے ادیب علماء مولانا کی رواں عربی تقریروں کو بڑی دل چسپی اور توجہ سے سنتے تھے اور مولانا کے ایک ایک جملے پر بے ساختہ جھوم جھوم کر داد دیتے تھے۔

اور بایں عظیم کمالات قابلیت ومقبولیت مولانا کی خاص بات یہ تھی کہ کوئی دنیاوی جائداد نہیں چھوڑی اور کمال بے نفسی کی حد یہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی کی عظیم عمارات کے بانی نے ان عمارات پر تو لاکھوں روپے خرچ کر ڈالے، مگر اپنا ذاتی جھونپڑہ تک بنانے کی نہ فرصت ملی نہ وسعت۔ مدت العمر ایک اینٹ پر دوسری اینٹ تک رکھنے کی نوبت نہ آئی۔ تقریباً چھ فٹ چوڑا آٹھ فٹ لمبا کمرہ مولانا کا کمرہ طعام (ڈائننگ روم) بھی تھا اور کمرہ ملاقات (ڈرائینگ روم) بھی، پھر یہی کمرہ دار التصنیف بھی تھا، عظیم علمی تصنیفات اسی مختصر کمرے میں انجام پائیں۔

اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شمولیت کے لئے راولپنڈی تشریف لائے تھے اور دین کی راہ میں ہی غریب الوطنی کی وفات حسرت آیات سے دوچار ہوئے۔ ہزاروں اشک بار آنکھوں نے راولپنڈی میں نماز جنازہ ادا کی اور لاکھوں جگر فگار سینوں نے کتاب وسنت کی اس امانت کو سینہ زمین کے اندر کراچی میں مستور کیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر بو الہوس کے واسطے دار ورسن کہاں

## زندگی کے دو عظیم کارنامے

حضرت مولانا مرحوم کی آخری زندگی کے دو عظیم کارنامے خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

### پہلا عظیم عملی کارنامہ

انگریز کی خود کاشتہ جھوٹی نبوت کا نوے سالہ پرانا فتنہ قادیانیت تھا۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا کی سرکردگی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک پر مسلمانان پاکستان نے یک زبان ہوکر جس طرح اس فتنے کے خاتمے کی جدوجہد کی وہ حضرت مولانا کی پوری زندگی کے عظیم سنہری کارناموں میں سے ہے۔

اس عظیم تحریک کی وجہ سے گذشتہ اسلام دشمن حکومت نے مجبوراً راجہ انگریز کے اس نوے سالہ پرانے فتنے کو ختم کیا' مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور ہر مسلمان کو عقیدہ ختم نبوت کا اظہار واقرار ضروری ٹھہرا۔

## دوسرا عظیم علمی کارنامہ

اور حضرت مولانا کی زندگی کا آخری عظیم اور زندہ جاوید کارنامہ یہ تھا کہ پاکستان جس قسم کے دینی اور اعتقادی فتنوں کی زد میں ہے ان سب میں ''رفض جلی'' کی دھوم دھام کے ساتھ ''رفض خفی'' نے بھی اپنی پوری توانائیوں کو مصروف کار کر رکھا ہے اور منصوبہ بندی اور خاص علمی تکنیک سے تجدید سبائیت کی مساعی مشئومہ زور وشور سے بروئے کار آرہی ہیں۔

پاکستان کے اہل علم رفض خفی کے فتنے کے ''بانی صاحب'' کے علمی حدود اربعہ سے تو واقف تھے ہی۔ لیکن دوسرے اہل علم کے عربی ترجموں سے مرتب شدہ کتابوں پر اپنا نام چھپانے سے عرب دنیا میں یہ تاثر پھیل گیا تھا۔ کہ الاستاذ المودودی۔ بھی کوئی عبقری ہستی ہے۔ لیکن حضرت مولانا مرحوم نے کتاب الاستاذ المودودی ''وشئی من حیاته وافکاره.'' کے نام سے دو حصے لکھ کر اس طلسم کو بھی عرب دنیا میں پاش پاش کر کے رکھ دیا اور فتنہ کے تمام تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ عرب علماء کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ کیا سمجھتے تھے اور اندر کی حقیقت کیا تھی۔ فجزاہ اللہ خیرا۔ حضرت مولانا نے پہلے حصے کے ابتدائیے میں صاف صاف لکھ دیا کہ اس تحریر کو میں زاد آخرت اور ذریعہ نجات تصور کرتا ہوں۔

کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی دوست الاستاذ المودودی حصہ اول کے ابتدائیہ کا ترجمہ کر کے بینات میں شائع کر دے۔''ولله عاقبة الامور.''

> ''خلافت راشدہ کا بابرکت دور علم وعمل، صلاح وتقویٰ، فقر وزہد، ایثار وقربانی اور اخوت ومساوات کے لحاظ سے انسانیت کا تابناک دور تھا، جس کے آثار وبرکات نے عرصہ دراز تک دنیا کو منور رکھا۔'' (بصائر وعبر، ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)